شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

مجلس ادارت

سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن

صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی

مدیر: محمد عباس شاد

بانی: حضرت اقدس مولانا **شاہ سعید احمد** رائے پوریؒ مسند نشین رابع خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مدیر اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا **مفتی عبدالخالق آزاد** رائے پوری جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ

جولائی 2019ء / شوال المکرّم، ذوقعدہ 1440ھ جلد نمبر 11، شمارہ نمبر 7 - قیمت: 20 روپے سالانہ ممبر شپ: 200 روپے تین سالہ ممبر شپ: 500 روپے

ترتیبِ مضامین

- گمراہ اور فاسق لوگوں کی تین علامات
- مؤمن اور منافق کی آزمائش میں فرق
- حضرت عائشہؓ اور خاندانی و معاشرتی زندگی کے آداب
- جہادی قوتیں روس کی دہلیز پر
- سربراہِ مملکت کے اوصاف اور ذمہ داریاں
- بچوں کی تربیت کا معیار؛ علم و عمل کی جامعیت
- بجٹ 2019ء
- امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کا عالمی ذمہ داریوں سے فرار
- قرآن حکیم معاشرے کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے
- اخراجات میں میانہ روی نصف معیشت ہے
- قیامِ پاکستان سے لے کر اب تک خسارے کے بجٹ
- مالیاتی اور معاشی قتل سب سے بڑا ظلم ہے
- حضرت مولانا مفتی افتخار الحسن کاندھلویؒ کا سانحۂ ارتحال
- ظلم کے لیے قیامت
- دینی مسائل

ارشادِ گرامی

حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ

مسند نشینِ ثانی خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

''کاملین (تربیت یافتہ اہل اللہ) سے بھی بعض اوقات کوئی ایسی فروگزاشتیں ہوتی رہتی ہیں، جن (پر احساسِ ندامت) کی وَجہ سے وہ خدا کے ہاں گڑگڑاتے ہیں اور (اظہارِ) عاجزی اور استغفار کرتے ہیں اور اس پر ان کو اتنی ترقی ہوتی ہے کہ ویسے (عام طور پر) کسی طرح شاید نہ ہوتی۔ اگر انسان سے غلطی نہ ہوتو انسان ''مَلَکِ محبوس'' (پابند فرشتہ) بن جائے کہ اس کا جو (طے شدہ) مقام ہے، وہ ہے اور وہاں سے آگے ترقی نہیں کرسکتا، مگر انسان کو جو ترقی کا جوہر دیا ہے، وہ اس طرح (یعنی غلطیوں سے سیکھے بغیر) بے کار ہو جائے۔''

(مجلس: ۲۹ر رمضان المبارک ۱۳۶۸ھ/26ر جولائی 1949ء، بروز: منگل۔ مقام: رائے پور)

(ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص 405، طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور

0092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org

Email: info@rahimia.org

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جاسکتا ہے۔

رقومات کی ترسیل بنام ''ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ ٹرسٹ لاہور'' اکاؤنٹ نمبر **0010030341820010** الائیڈ بینک مزنگ چونگی برانچ لاہور، برانچ کوڈ **0533**

www.rahimia.org

درسِ قرآن

تفسیر: شیخ التفسیر مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

گمراہ اور فاسق لوگوں کی تین علامات

اَلَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَھْدَ اللّٰہِ مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِہٖ ۠ وَیَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَ یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ (27:2)

(جوتوڑتے ہیں خدا کے معاہدے کومضبوط کرنے کے بعد، اور قطع کرتے ہیں اس چیز کوجس کواللہ نے فرمایا ملانے کو، اور فساد کرتے ہیں ملک میں، وہی ہیں خسارے والے۔)

گزشتہ آیت میں بتلایا گیا تھا کہ قرآن حکیم میں دی گئی مثالوں سے فاسق لوگ ہی گمراہ ہوتے ہیں۔ قرآن حکیم میں ''فاسق'' سے مراد وہ لوگ ہیں، جو بہ ظاہر مسلمان ہوں، لیکن وہ قرآن کے ترقی یافتہ عملی پروگرام کوقبول نہ کریں، بلکہ اس سے دشمنی رکھیں اوراس کے مخالف پروگرام پرعمل کریں۔ قرآن کے ترقی یافتہ پروگرام میں معاہدوں کی پاسداری، باہمی تعاون اور صلہ رحمی اور انسانوں کی خیرخواہی اور اصلاح وترقی ایسے امور بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ ان امور کی خلاف ورزی کرنے والے لوگ گمراہ اور فاسق ہوتے ہیں۔ اس آیتِ مبارکہ میں ان کی تین بنیادی علامات بیان کی جارہی ہیں:

اَلَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَھْدَ اللّٰہِ مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِہٖ ۠: پہلی علامت یہ ہے کہ جولوگ مسلمان جماعت میں شامل ہوئے اور ظاہری طور پر اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ وہ اس کے دین کی اتباع کریں گے، لیکن اُن کے دل کفر پر مطمئن ہیں اور مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی سوچ اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں۔ وہ قرآنی پروگرام اور ربانی تعلیمات کے مطابق عمل نہیں کررہے۔ کسی سلیم الفطرت انسان کے لیے اس سے بڑھ کر خرابی اَور کیا ہوگی کہ وہ بہ ظاہر کسی جماعت کے اصولوں کو صحیح مانتا ہو اور پھر وہ اپنی پست اور حقیر اغراض کے لیے اُن اصولوں کو توڑتا ہو۔ انسانی معاشروں کا سیاسی نظام' عمرانی معاہدات کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے۔ اگر عمرانی معاہدات ٹوٹنے لگیں تو اُس معاشرے کی سیاسی طاقت ختم ہو کر رہ جاتی ہے اور معاشرہ زوال کی طرف چلا جاتا ہے۔ کسی معاشرے کے فاسق و فاجر لوگوں کی پہلی نشانی یہی ہے کہ وہ اپنی ریاست کے آئینی اور قانونی معاہدات کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور ذاتی خواہشات اور گروہی مفادات کے مطابق کام کرتے ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ انسانی معاشرے معاہدوں پر استوار ہوتے ہیں۔ ابتدائے آفرینش سے ہی میثاق اور معاہدات کرنا انسانی فطرت میں رکھ دیا گیا ہے۔ چناں چہ ''میثاقِ الست'' سے لے کر ''میثاقِ مدینہ'' تک ہر دور کے انبیا علیہم السلام اور اُن کی اقوام معاہدوں اور میثاق کے پابند بنائے گئے ہیں۔ معاہدوں کی پاسداری کی سوچ اور فکر ہی معاشروں کی شیرازہ بندی کی ضمانت دیتی ہے۔ جو لوگ فطرتِ انسانی کے اس اصول کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور مضبوط معاہدے کرنے کے بعد انھیں توڑتے ہیں، اُن کی فطرت ناقص اور ادھوری ہے، اس لیے وہ فاسق ہیں۔

وَیَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ: فاسقین کی دوسری بڑی علامت یہ ہے کہ وہ انسانی تعلقات کو توڑتے اور خونی رشتوں کو کاٹتے ہیں۔ کسی معاشرے کی ترقی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہاں صلہ رحمی، ایک دوسرے کے کام آنے اور باہمی جوڑ پیدا کرنے کے لیے کام کیا جائے۔ اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حق کے بعد صلہ رحمی کو سب سے زیادہ اہمیت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ایک حدیثِ قدسی میں آتا ہے کہ: ''میں اللہ ہوں اور میں رحمٰن ہوں۔ میں نے رحم کو پیدا کیا ہے اور اسے اپنے نام (رحمٰن) سے نکالا ہے۔ جو اس کو جوڑے گا، میں اُسے جوڑوں گا۔ اور جو اسے کاٹے گا، میں اُسے کاٹوں گا۔'' (رواہ الترمذی) انسانیت تبھی ترقی کرتی ہے، جب اُسے رحمت اور شفقت کی بنیاد پر استوار کیا جائے۔ اسی سے انسانی فطرت کی تکمیل ہوتی ہے۔ جو انسان صلہ رحمی کی اساس پر انسانوں کے درمیان موجود رشتوں کا لحاظ نہیں کرتا، تو اصل میں ایسے آدمی کی فکر بیمار اور فطرت میں کجی ہے۔ سماجی حقوق کی ادائیگی میں انسانی تعلقات کو منقطع کرنے کی سوچ معاشرے کے لیے تباہی اور بربادی کا سبب ہوتی ہے۔ یہی سب سے بڑی گمراہی ہے۔

وَ یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ ؕ: فاسقوں کی تیسری بڑی علامت یہ ہے کہ وہ زمین میں فساد مچاتے ہیں۔ قرآن حکیم نے دوسری جگہ پر **فساد فی الارض** کی حقیقت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: ''جب پھرے تیرے پاس سے، دوڑتا پھرے ملک میں، تاکہ اُس میں خرابی ڈالے اور تباہ کرے کھیتیاں اور انسانی جانیں، اور اللہ ناپسند کرتا ہے فساد کو۔'' (205:2) اس سے معلوم ہوا کہ جو آدمی انسانی جانوں کو نقصان پہنچائے اور اُن کے معاشی وسائل؛ زراعت، صنعت اور تجارت کو تباہ و برباد کرے، وہ زمین میں فساد مچانے والا ہے۔ معاشی نظام کا ظلم وستم پر استوار ہونا اور انسانی حقوق توڑنا **فساد فی الارض** ہے۔ کسی بھی ملک کی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ وہاں کے معاشی وسائل محفوظ ہوں اور تمام لوگوں میں اُن کی تقسیم منصفانہ طور پر کی جائے، تاکہ انسانیت پھلے پھولے اور اُس کی بقا کا راستہ ہموار ہو۔ اللہ تعالیٰ نے معاشی اموال کو انسانوں کی زندگی کو قائم رکھنے کے لیے ضروری قرار دیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے کہ: ''تمھارے مال دنیا میں تمھاری زندگی کو باقی رکھنے، رزق اور لباس کی فراہمی کا باعث ہیں۔'' (5:4) ایسے معاشی وسائل اور اموال کو جو لوگ تباہ و برباد کریں، وہ زمین میں فساد مچاتے ہیں اور انسانیت کی بقا کے لیے بہت بڑا خطرہ ہیں۔ یہی لوگ گمراہ ہیں۔

اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝: جن لوگوں میں انسانی سماج سے متعلق قرآنی تعلیمات اور اس کے پروگرام کے مخالف یہ تین بنیادی خرابیاں پائی جاتی ہیں، وہ دراصل انسانیت کے دشمن اور گمراہ ہیں۔ انھوں نے قرآنی تعلیمات سے رہنمائی نہیں لی، بلکہ قرآن حکیم کے بالمقابل دوسرے انسانیت دشمن عملی پروگرام کو قبول کرلیا ہے، اس لیے وہی لوگ خسارے اور گھاٹے میں ہیں۔ اب جن لوگوں یا جماعتوں میں ان تینوں خرابیوں میں سے جو جتنے درجے کی پائی جائے گی، وہ اُسی درجے میں خسارے میں رہیں گے۔ کسی قوم میں یہ تینوں خرابیاں پورے طور پر پائی جائیں تو اس کے لیے خسارہ بھی اتنا وسیع اور عام ہوگا۔ ایسی صورت میں سوسائٹی میں فساد غالب آجاتا ہے اور ایسے فسادی نظام کو توڑنے سے ہی انسانیت کو خسارے سے نکالا جاسکتا ہے۔

www.rahimia.org

درسِ حدیث

از: مولانا ڈاکٹر محمد ناصر، جھنگ

مؤمن اور منافق کی آزمائش میں فرق

عَنْ کَعب بن مالک رضؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ''مَثَلُ الْمُؤْمِنِ کَمَثَلِ الْخَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ تُفِیْئُهَا الرِّیَاحُ تَصْرَعُهَا مَرَّةً وَ تَعدِلُها حَتّٰی یَأْتِیَهُ أَجَلُهُ، وَ مَثَلُ الْمُنَافِقِ مَثَلُ الأَرْزَةِ الْمُجْذِیَةِ الَّتِی لَایُصِیْبُهَا شَیْءٌ حَتّٰی یَکُوْنَ اِنْجِعَافُهَا مَرَّةً وَاحِدَةً.'' (المسلم؛ 7095)

(''حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مؤمن کی مثال کھیتی کے نرم ونازک پودے کی سی ہے کہ جسے ہوا اِدھر اُدھر جھکاتی رہتی ہے، کبھی اس کو زمین سے لگا دیتی ہے تو کبھی سیدھا کھڑا کر دیتی ہے، حتیٰ کہ اس کا مقررہ وقت (موت یا کامیابی) آجاتا ہے۔ اور منافق کی مثال صنوبر کے مضبوط جڑوں والے درخت کی طرح ہے، اس پر (ایسی) کوئی مشکل نہیں آتی (یعنی ہوا کے چلنے سے اسے کوئی فرق نہیں پڑتا) حتیٰ کہ ایک ہی دفعہ میں وہ جڑوں سے اُکھڑ کر گر جاتا ہے۔'')

خدمتِ خلق، سماجی تبدیلی اور غلبہ دین کی جدوجہد میں مصروف سچے مؤمن اور دھوکے باز منافق کی آزمائش کا تجزیہ اس حدیثِ مبارکہ میں یوں کیا گیا ہے کہ مؤمن کی زندگی مشکلات، تکلیفوں اور آزمائشوں سے بھری پڑی ہوتی ہے۔ نہایت کٹھن راستوں سے گزر کر وہ منزلِ مقصود تک پہنچتا ہے۔ کبھی ذاتی زندگی کے مسائل آڑے آتے ہیں تو کبھی قومی دشمنوں کی طرف سے سازشیں ایسے روکتی ہیں کہ پہاڑ ہل جائیں۔ (القرآن 46:147) یہ مشکلات اسے بعض اوقات اس حد تک لاچار اور ناتواں کر دیتی ہیں کہ منزل آنکھوں سے اوجھل ہونے لگتی ہے۔ حالات کی ناؤ ہچکولے لے رہی ہوتی ہے۔ مگر دل اللہ کی طرف متوجہ ہو کر مدد کا طلب گار رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد آجاتی ہے اور منزل مراد مل جاتی ہے یا اسی رضا اور تسلیم کی حالت میں اس کی موت کا وقت آجاتا ہے۔ جب کہ منافق کی کامیابی اور خوشی بہ ظاہر دائمی نظر آتی ہے اور اسے اپنے مقاصد کے حصول کے اندر کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نظر نہیں آتی۔ دیکھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ اسے کوئی خطرہ نہیں ہے، لیکن اچانک اللہ کی تقدیر غالب آتی ہے اور اس کو ایسی آفت گھیرتی ہے کہ اُسے تباہ و برباد کر کے رکھ دیتی ہے، جیسے صنوبر کا تنا بالکل جڑ سے اُکھاڑ کر پھینک دیا گیا ہو۔

اس حدیث سے اہلِ حق کو یہ نصیحت مقصود ہے کہ انھیں اپنے دشمنوں کی طاقت، دولت اور ان کی چلت پھرت سے پریشان نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی اپنی مشکلات اور آزمائشوں سے دل برداشتہ ہونا چاہیے۔ ہر حال میں پروردگار کی طرف رجوع رہے اور اپنی منزل کو سامنے رکھ کر تنگی اور خوش حالی، مشکل اور آسانی میں استقلال کے ساتھ آگے بڑھتے رہیں۔ ایک دن اللہ تعالیٰ مقصد میں یا تو کامیابی دے دیتے ہیں یا پھر ایمان کی سلامتی کے ساتھ موت آجاتی ہے اور آخرت سنور جاتی ہے۔ مؤمن کی ان دو صورتوں میں حقیقی کامیابی ملتی ہے کہ اُسے دنیا کے اندر اپنے دینی مقصد میں کامیابی ملتی ہے یا اسی کوشش اور جدوجہد کے راستے پر چلتے ہوئے وہ اللہ سے ملاقات کرتا ہے۔

صحابہؓ کا ایمان افروز کردار

مولانا قاضی محمد یوسف، حسن ابدال

حضرت عائشہؓ اور خاندانی و معاشرتی زندگی کے آداب

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: ''رسول کریمؐ نے میرے ساتھ ماہ شوال میں نکاح فرمایا اور ماہ شوال میں ہی رخصت ہو کر رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔'' اس ماہ میں حضرت عائشہؓ کا نکاح اور رخصتی ہوئی اور بڑی برکات کا ظہور اس نکاح سے ہوا۔ حضرت عائشہؓ کے خاندان اور پوری اُمت کو ان کی ذات سے جو علمی و روحانی فوائد حاصل ہوئے، ان کی ایک لمبی تاریخ ہے۔ چناں چہ حضرت عائشہؓ کو یہ محبوب تھا کہ لوگ ماہِ شوال میں خواتین سے نکاح کریں۔ اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ شوال میں دلہنوں کا سنگھار اور خوشی اچھی ہے اور مردوں کا اپنے گھروں کو بسانے کے اعتبار سے کردار ادا کرنا ضروری ہے۔ زندگی کتنی اہم ہے اور خاندان کا وجود ایک نعمت ہے، اس لیے اس ماہ میں ان نعمتوں کا آغاز کرنا اور انھیں بروئے کار لانا اُمتِ مسلمہ کے لیے ایک عملی پیغام ہے۔ ماہِ شوال میں دورِ جاہلیت میں نکاح کو لوگ منحوس سمجھتے تھے، حضرت عائشہؓ اس کو رد فرماتیں، نکاح کی ترغیب دیتیں اور باعثِ برکت قرار دیتیں۔ گھر والوں کو وقت دینے اور حقوق کی ادائیگی کا اہتمام کرنے سے تدبیر منزل کا درجہ طے ہوتا ہے۔

رمضان المبارک سے تربیت یافتہ قوت کی تیاری کا شیڈول اور بعد از رمضان افطارِ کبیر' عید الفطر سے اجتماعی حقوق کی ادائیگی کا آغاز، اطاعتِ حق کی عملی مشق کا آغاز اللہ کی میزبانی کے دن سے ہو جاتا ہے۔ نعمتوں کا شکر بجالانا اور اپنی سابقہ محنت اور اعمالِ صالحہ کے حوالے سے مستقبل کے اقدامات کے ذریعے سے محفوظ بنانا، زندگی کے میدانوں میں اللہ کی مدد، قرآنی علم و معرفت کے ساتھ شمولیت اختیار کرنا۔ زندگی کے نظام الاوقات کو رمضان المبارک کے شیڈول کی رہنمائی سے ترتیب دینا، زندگی کے اہم معاملات اور دینِ حق کے مختلف کاموں میں ترجیحات کا تعین اور جدید تقاضوں کا ادراک کرنا بھی ضروری قرار پاتا ہے۔

حضرت عائشہؓ کی مرویات: حضور اقدسؐ نے فرمایا: ''نکاح اعلان کر کے کیا کرو اور اسے مسجد میں کرو اور اس پر دف بجایا کرو۔'' آپؐ نے فرمایا: ''اپنے نکاح کے لیے بہتر جگہ تلاش کرو۔'' آپؐ جب نکاح کرتے کراتے تو چھوہارے لٹاتے۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے ایک انصاریہ کی شادی کی تو آپؐ نے فرمایا: ''تم نے اس لڑکی کو کچھ شادی کا ہدیہ وغیرہ دیا کہ نہیں؟'' کہا: ہاں! آپؐ نے پوچھا: ''کسی شعر نظم پڑھنے والی کو بھیجا کہ نہیں؟'' تو کہا: نہیں! آپؐ نے فرمایا: ''انصار میں سے بعض نظم کو پسند کرتے ہیں، اس تحفے کے ساتھ کسی کو بھیجتی جو یہ اشعار پڑھتی:

''اتینکم اتینکم فحیانا و حیاکم''

ہم تمھارے پاس آئے ، ہم تمھارے پاس آئے
پس اس نے ہمیں بھی زندگی دی اور تمھیں بھی زندگی دی

شذرات

جہادی قوتیں روس کی دہلیز پر

افغانستان پاکستان کا ایک پڑوسی ملک ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد افغانستان کی طرف سے بوجوہ سرکاری سطح پر پاکستان کو تسلیم نہ کرنے کے باوجود ان دونوں ملکوں کے آپس میں بہت ہی گہرے نسلی، تہذیبی اور دینی رشتے ہیں۔ افغانستان میں رونما ہونے والی سیاسی تبدیلیوں نے ہمیشہ پاکستان کی سیاست پر گہرے اثرات چھوڑے ہیں۔ افغانستان روس امریکا سرد جنگ سے قبل بھی دو عالمی طاقتوں میں گھرا رہا ہے؛ ایک طرف برطانوی سامراج اور دوسری طرف روس کی زار شاہی تھی۔ اُنیسویں صدی میں زار شاہی اور برطانیہ جب آپس میں برسرِ پیکار تھے، تب بھی برطانوی سامراج اپنی نوآبادیاتی کالونی ہندستان میں بیٹھا ایسے دانش وروں کی تلاش میں رہتا تھا جو زار کے مقبوضہ علاقوں، یعنی وسطی ایشیا میں موجود مسلمانوں کو اس کے دشمن زار کے خلاف اُکسانے کے لیے کوئی مذہبی کردار ادا کر سکے، لیکن اس دور کے دینیات کے بے مثل عالم اور سیاست کے شناور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اور ان کی جماعت نے برطانوی سامراج کی ان چالوں کے خلاف بہترین قومی شعور کا ثبوت دیا۔ چناں چہ حضرت شیخ الہندؒ کی جماعت کے ایک نمایاں رہ نما مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے افغانستان میں بیٹھ کر برطانوی استعمار کے خلاف بھرپور کردار ادا کیا تھا، جس کے سبب افغانستان کو جنگِ استقلال میں کامیابی ملی تھی، جسے برطانیہ کے سفیر متعین کابل نے افغانستان کے بجائے مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی فتح قرار دیا تھا۔

بدقسمتی سے دوسرے دور میں جب روس اور امریکا افغانستان میں اپنی سرد جنگ لڑ رہے تھے تو پاکستان کے مذہبی حلقے گہرے سیاسی شعور کا مظاہرہ نہ کر سکے اور بیش تر مذہبی حلقوں نے ریاستی اداروں کی سرپرستی میں اس عالمی سرد جنگ کے آگ اور خون کے خطرناک کھیل میں اپنے اپنے مفادات کے تحت برابر حصہ لیا۔ جس پر پاکستان میں موجود شیخ الہندؒ کی فکر کے امین حضرت مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ نے کھل کر تنقید کی تھی کہ عالمی طاقتوں کے سامراجی مقاصد کے لیے مذہب کے نام پر دینی جذبات رکھنے والے سادہ لوح نوجوانوں کو اس بھٹی کا ایندھن بنانا ٹھیک نہیں ہے۔ انھوں نے فرمایا تھا کہ: ''افغانستان کے حوالے سے جہاد کے نام پر جو الاؤ بھڑکایا جا رہا ہے، یہ جہاد نہیں، فساد ہے اور ایک دن اس کی تپش اس خطے کو جھلسا کر رکھ دے گی۔'' لیکن جن طبقوں کی آنکھوں پر مفادات کی پٹی بندھی ہوئی تھی، انھوں نے اس تنبیہ پر کان نہ دھرے، بلکہ اُلٹا اُن پر جھوٹے فتوؤں کی بوچھاڑ کر دی گئی اور بے سروپا الزامات کا طومار باندھا گیا۔

1970ء اور 80ء کی دہائی کے ہمارے قومی اخبارات کے فائل گواہ ہیں کہ کس طرح اس مسئلے کو کفر و ایمان کا معرکہ بنا کر پیش کیا گیا اور اس میں ہماری مذہبی قوتیں جس طرح سے استعمال ہوئی ہیں اور انھوں نے سامراجی سیاسی مقاصد کے لیے مذہب اور جہاد کے عنوانات کو جس طرح استعمال کیا، وہ ہماری تاریخ کا حصہ ہے۔ اس وقت افغانستان کی حکومت کے خلاف پاکستان کے چپے چپے پر علما سے پریس کانفرنسز کروائی گئیں، لوگوں کے مذہبی جذبات کو اُبھارا گیا، افغانستان کی حکومت کو ماسکو کی کٹھ پتلی قرار دیا گیا، اس کے خاتمے کے لیے عالمِ اسلام سے اپیلیں کی گئیں کہ اسلام کی دشمن حکومت کا تختہ اُلٹنے کے لیے پورا عالمِ اسلام اپنا کردار ادا کرے۔ یہاں تک کہ اس جنگ کو امریکا کے وسائل میسر آ گئے اور امریکا کے سب اتحادیوں نے دامے درمے قدمے سخنے اپنا کردار ادا کیا۔ افغانستان کے مذہبی لیڈر امریکا کی نظر میں اتنے معتبر ٹھہرے کہ ایک طرف وائٹ ہاؤس میں ان کا استقبال ہوتا تھا اور دوسری طرف ان کے سادہ رُقعے پر امریکی سفارت خانے میں ویزے جاری کیے جاتے تھے۔

آج ایک بار پھر افغانستان کی جہادی قوتیں جو کل تک روس کو ملحد، بے ایمان اور اسلام دشمن ثابت کر رہی تھیں، وہ اسی روس کے دارالحکومت ماسکو میں موجود ان ''ملحدین'' کے دروازے پر افغانستان میں موجود حکومت کے خلاف کردار ادا کرنے اور امن قائم کرنے کے لیے دستک دے رہی ہیں۔ یہی نہیں، بلکہ سعودی عرب کے شاہ سلمان تو 2017ء میں روس کے اپنے پہلے دورے میں دفاع اور تیل کے شعبوں میں کئی ارب ڈالر کے معاہدے کر چکے ہیں۔ یہ وہی سعودی عرب ہے، جو اس جہاد میں روس کے خلاف ہراول دستے کے طور پر شامل تھا۔ پاکستان میں جہادی فتوؤں کے سرخیل ''شیخ الاسلام'' اس ''ملحد'' روس کا دورہ فرما کر اس ''بے دین'' ملک کی مقتدرہ کے ساتھ مسکراتے ہوئے فوٹو سیشن کراتے اور داد و تحسین وصول کرتے ہیں۔ یہ امر دلچسپی سے خالی نہیں کہ 1978ء میں جہادی رہنماؤں نے افغانستان حکومت کو ''ماسکو کی کٹھ پتلی'' قرار دیا تھا اور آج وہ ماسکو میں بیٹھے ہوئے آج کی افغان حکومت کو ''امریکا کی کٹھ پتلی'' قرار دے کر اس سے مذاکرات سے انکار کر رہے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں ملکوں کے خارجہ تعلقات وقت کی ضرورتوں کے تحت بنتے اور بگڑتے ہیں، جغرافیائی ضرورتیں اس کی راہ ہموار کرتی ہیں، لیکن سیاست و ریاست کے معروض کو سامراجی اہداف کے تحت کفر و ایمان کے پیمانے قرار دے دینا اور فتوے بازی کا ماحول گرم کرنا کہاں کا انصاف ہے۔ المیہ یہ ہے کہ یہ رویہ ہماری سیاسی روایت میں جڑ پکڑ گیا ہے۔ افغانستان کی جہادی قیادت کا روس کی طرف چل کر جانا ہمیں ماضی کی تاریخ و سیاست پر نظر ڈالنے کی دعوت دے رہا ہے کہ آخر ہماری جن قوتوں نے اسے کفر و ایمان کا معرکہ قرار دیا تھا، اب ان کے پاس اپنے ماضی کا کیا جواز رہ گیا ہے؟ اور جہاد کے مقدس نام پر لوگوں سے ان کی جانوں کا خراج وصول کرنے والوں کے پاس اس کا کیا جواب ہے؟

ضرورت اس امر کی ہے کہ اب ہمارے دین دار حلقے مذہبی جماعتوں کی سابقہ تاریخ کے سبب ان کے جذبات گرمانے والے خطابات کے بجائے ان کی کارکردگی اور منشور کا جائزہ لیں کہ قوم کو موجودہ حالات سے نکالنے کے لیے ان کے پاس کیا نصب العین اور لائحہ عمل ہے، جس کے تحت وہ قوم کے سیاسی اور معاشی مسائل حل کرنا چاہتی ہیں۔

مدیر

www.rahimia.org

سربراہِ مملکت کے اوصاف اور ذمہ داریاں

مترجم: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ''حُجّۃُ اللّٰہِ البالِغہ'' میں فرماتے ہیں:

سربراہِ مملکت کے اَخلاق اور اوصاف

''سربراہِ مملکت کے لیے ضروری ہے کہ:

(الف) وہ (درجِ ذیل) پسندیدہ اور اعلیٰ اَخلاق کا حامل ہو، ورنہ وہ ملک اور ریاست پر ایک بوجھ ہوگا:

(1) (بہادری اور دلیری:) اگر وہ بہادر اور دلیر نہیں ہے تو دشمن کے مقابلے میں کمزور پڑ جائے گا اور عوام اُس کو ذلت اور پستی کی نگاہ سے دیکھے گی۔

(2) (بُردباری اور برداشت:) اگر اُس میں بُردباری اور برداشت نہیں ہے تو اُس کے مزاج کی تیزی کی وَجہ سے عوام تباہ و برباد ہو جائے گی۔

(3) (حکمتِ عملی بنانے کی صلاحیت:) اگر اُس میں حکمتِ عملی بنانے کی صلاحیت نہیں ہے تو وہ لوگوں کے لیے کوئی بہتر نظام نہیں بنا سکتا۔

(ب) سربراہِ مملکت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ان صلاحیتوں کا حامل ہو:

(1) عقل مند ہو۔ (2) بالغ ہو۔

(3) آزاد ہو (کسی کا غلام نہ ہو)۔ (4) مرد ہو (مردانگی رکھتا ہو)۔

(5) (معاملات طے کرنے میں) رائے قائم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

(6) سننے، دیکھنے اور بولنے کی استعداد رکھتا ہو۔

(7) اُن لوگوں میں سے ہو، جن کی شرافت عوام میں تسلیم شدہ ہو۔

(8) اُس نے، اُس کے خاندان اور پارٹی نے ملک اور قوم کے لیے اچھے کام کیے ہوں۔

(9) لوگوں کو اس بات کا یقین ہو کہ وہ ملک اور ریاست کو درست کرنے کی جدوجہد میں کسی قسم کی سستی اور کوتاہی نہیں کرے گا۔

یہ وہ تمام اَخلاق اور اوصاف ہیں کہ جنھیں عقل ایک سربراہِ مملکت کے لیے ضروری قرار دیتی ہے اور ان پر اولادِ آدم کی تمام اقوام کا اتفاق اور اجماع ہے۔ باوجود اس کے کہ اُن کے علاقے اور خطے ایک دوسرے سے دور واقع ہیں اور اُن کے مذاہب میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس لیے کہ تمام اقوامِ عالم نے یہ محسوس کیا کہ کسی ملک کے لیے حکمران مقرر کرنے میں جو مصلحت مقصود ہے، وہ ان اَخلاق اور اوصاف کے بغیر پوری نہیں ہوسکتی۔ اگر ان اَخلاق اوصاف میں سے کسی ایک خُلق اور وصف کو نظرانداز کر دیا جائے تو لوگوں کے سامنے ضرور ایسی صورتِ حال پیدا ہوتی ہے جو حکومت کے مناسب نہیں ہوتی۔ اُن کے دل ایسے بداَخلاق اور غیر مستعد سربراہِ مملکت کو قطعی پسند نہیں کرتے۔ وہ اگر اُس کی حکمرانی پر خاموش رہیں تو غصے اور غضب کے ساتھ خاموش رہتے ہیں۔

اعلیٰ اَخلاق کے ذریعے حکومتی طاقت منوانا

(ایسے اعلیٰ اَخلاق و اوصاف کے حامل) سربراہِ مملکت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنی حکومت کا رُعب عوام کے دلوں میں پیدا کرے اور اس کی حفاظت بھی کرے اور مناسب تدبیرات کے ذریعے سے حکومت کو نقصان پہنچانے والے امور کا خاتمہ کرے۔ جو سربراہِ مملکت اپنی حکومتی طاقت عوام کے دلوں پر قائم کرنا چاہتا ہے تو اُس کے لیے لازمی ہے کہ وہ ایسے بہترین اور اعلیٰ اَخلاق سے اپنے آپ کو مزین کرے، جو اُس کی ریاست کے لیے مناسب اور ضروری ہیں، مثلاً بہادری، حکمتِ عملی، سخاوت، لوگوں کی غلطیوں کو معاف کرنا اور عوام کو فائدہ پہنچانے کا پختہ ارادہ رکھنا وغیرہ۔

(لوگوں کو فائدہ پہنچانے کے ارادے سے) وہ عوام کے ساتھ ایسا معاملہ کرے جیسے ایک شکاری جنگلی جانوروں کو اپنے ساتھ مانوس کرنے کے لیے اختیار کرتا ہے۔ پس جس طرح ایک شکاری گھنے جنگل میں جاتا ہے اور وہ ہرن کی ایسی حرکات وسکنات پر غور وفکر کرتا ہے، جو اُس کی طبیعت اور عادات سے مناسبت رکھتی ہے۔ پھر وہ اُس کے مطابق اپنی شکل وصورت اور ہیئت بناتا ہے۔ پھر دور سے اُس کے سامنے کچھ اس طرح سے آتا ہے کہ اپنی نظروں کو ہرن کی نگاہوں اور کانوں پر جما لیتا ہے۔ پس جیسے ہی ہرن کو چوکنا دیکھتا ہے تو اپنی جگہ پر کھڑا ہو جاتا ہے، گویا کہ وہ بالکل بے حس وحرکت کوئی جامد چیز ہے، اُس میں کوئی حرکت نہیں ہے۔ پھر جیسے ہی ہرن کو غافل دیکھتا ہے تو دبے پاؤں اُس کی طرف چلتا ہے۔ بسا اوقات ہرن کو رجھانے والا نغمہ اور گیت گاتا ہے۔ اُس کے سامنے ایسا چارہ ڈالتا ہے، جو اُس کا پسندیدہ ہوتا ہے۔ اُسے یہ باور کراتا ہے کہ وہ طبعی طور پر بہت صاحبِ فضل و کرم ہے۔ اُس کا ارادہ اُسے شکار کرنے کا نہیں ہے۔ لوگوں کو انعامات دینے سے انعام دینے والے کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ محبت اور پیار کی زنجیر لوہے کی زنجیر سے زیادہ طاقت ور اور مضبوط ہوتی ہے۔

ایسے ہی وہ آدمی جو حکمران کے طور پر لوگوں کی خدمت کرنا چاہتا ہے تو اُس کے لیے مناسب ہے کہ وہ اپنے لباس، بول چال اور آداب کے حوالے سے عوامی بود و باش اختیار کرے، جس میں لوگ اپنی رغبت ظاہر کریں۔ پھر بڑے وقار اور عجز وانکساری کے ساتھ اُن لوگوں کے قریب ہوتا جائے اور بغیر کسی شیخی خوری اور نمود ونمائش کے اُن کی خیرخواہی اور محبت ظاہر کرے۔ اُن کے سامنے کوئی ایسا قرینہ ظاہر نہ کرے، جس سے یہ احساس ہو کہ وہ صرف انھیں (اپنے ذاتی مقاصد کے لیے) استعمال کرنا چاہتا ہے۔ پھر وہ انھیں یہ باور کرائے کہ اُن کے اجتماعی حقوق ادا کرنے کے حوالے سے مجھ جیسا آدمی ملنا بہت مشکل ہے۔ لوگوں کے ساتھ خیرخواہی کا معاملہ کرتا رہے، یہاں تک کہ اُسے پتہ چل جائے کہ اب لوگوں کے دل اُس کے مرتبے اور اُس کے حکومتی اقدامات سے مطمئن ہیں اور لوگوں کے سینے اُس کی محبت اور احترام سے بھر چکے ہیں۔ اور اُن کے جسمانی اعمال وافعال اُس کا احترام کرنے کی عادت بنا چکے ہیں۔''

(بقیہ صفحہ 11 پر)

تاریخ اسلام کے ناقابلِ فراموش واقعات

مفتی عبدالقدیر، چشتیاں

بچوں کی تربیت کا معیار؛ علم و عمل کی جامعیت

قرآن وسنت کی تعلیمات نے اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ انسان کامیابی کے لیے اپنے فکر و عمل میں مطابقت پیدا کرے۔ اپنا نظریہ اور سوچ درست کرکے عمل اور اَخلاق اس کے مطابق بنائے۔ یہی حقیقی ایمان کا تقاضا ہے۔ اَخلاقی طور پر یہ بڑا جرم ہے کہ انسان کہے کچھ، اور کرے کچھ۔ اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان سے خطاب فرمایا کہ: ''تم وہ بات کیوں کہتے ہو، جس پر عمل نہیں کرتے۔ قول و فعل کا تضاد اللہ کی بڑی ناراضگی کا سبب ہے۔'' (2-3:61) یہ جھوٹ بھی ہے اور منافقت بھی۔ ایسی بداَخلاقی قوموں کے زوال کے اسباب میں بڑا سبب ہے۔ اساتذۂ کرام دراصل اَخلاق کے معلّم ہوتے ہیں۔ وہ جب حکمرانوں اور اُن کی اولاد کی تربیت کرتے تھے تو اسی تناظر میں تربیت کرتے تھے۔ وہ جہاں جھوٹ سے بچنے کی تربیت کرتے، اس پر عمل و خُلق کا بھی خوگر بناتے۔ اس طرح قول و فعل کے تضاد سے بچنے کی تلقین کرتے۔ اس پر عمل بھی کرواتے۔ اس سلسلے میں حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ کی درجِ ذیل حکایت بہت نصیحت آموز ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

''ایک شہزادے کو استاد نے سبق پڑھایا اور اسے دو جملے سکھائے: اوّل جھوٹ کبھی نہ بولنا اور دوم غصہ آئے تو اس پر قابو پانا۔ کچھ دنوں بعد استاد نے شہزادے سے دونوں جملوں کے متعلق دریافت کیا۔ شہزادہ ان دونوں جملوں کے متعلق نہ بتا سکا۔ استاد نے اگلے دن تک کا وقت دیا اور کہا کہ کل وہ سبق یاد کرکے آئے۔ اگلے دن جب استاد نے شہزادے سے سبق کے متعلق دریافت کیا، شہزادے نے کہا: مجھے ابھی بھی وہ سبق یاد نہیں ہے۔ استاد نے یہ دیکھے بغیر کہ اس کا شاگرد شہزادہ ہے، اس نے ایک تھپڑ مار دیا اور کہا تم دو جملے یاد نہیں کر سکے۔ شہزادہ تھپڑ کھانے کے بعد بولا: استاد صاحب مجھے سبق یاد ہوگیا۔ استاد نے حیرانگی سے پوچھا کہ پہلے تجھے سبق یاد نہ تھا اور ایک تھپڑ کھانے کے بعد تجھے سبق یاد ہوگیا۔ یہ کیا ماجرا ہے؟ شہزادہ بولا: آپ نے مجھے دو جملے سکھائے: جھوٹ نہ بولو اور غصے کو قابو میں رکھو۔ میں نے سبق پہلے دن ہی یاد کرلیا تھا اور ارادہ کیا تھا کہ جھوٹ کبھی نہیں بولوں گا، مگر اپنے غصے پر قابو نہ تھا اور باوجود کوشش کے میں آپ کی اس بات کو عمل میں نہ لا سکا۔ پھر جب آپ نے مجھے تھپڑ مارا کہ مجھے سبق یاد نہیں تو یہ میری زندگی میں پہلی مرتبہ ہوا کہ کسی نے مجھے تھپڑ مارا ہے۔ مجھے آپ کے تھپڑ پر غصہ نہیں آیا اور میں نے جان لیا کہ مجھے آج وہ سبق یاد ہوگیا ہے۔'' اس حکایت سے یہ سبق ملا کہ:

1۔ جھوٹ نہ بولنا اور غصے کو قابو میں رکھنا دونوں مشکل سبق ہیں۔ شہزادے کا سبق یاد نہ کرسکنا عمل نہ کرسکنے کے حوالے سے تھا۔

2۔ اساتذہ کو تعلیم صرف لفظوں تک محدود نہیں رکھنی چاہیے، بلکہ علم کے مطابق عمل اور اَخلاق پیدا کرنا اور عملی کام منتقل کرنا بھی ان کی ذمہ داری ہے۔ ورنہ یہ خود تضاد ہے۔ اللہ تعالیٰ علم باعمل حاصل کرنے اور منتقل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ملکی معیشت

محمد کاشف شریف، راولپنڈی

بجٹ 2019ء

سولھویں صدی کے دوران ہسپانوی سلطنت نے شمالی اور جنوبی امریکا کی فتوحات کو مکمل کیا اور اس دوران وافر مقدار میں قیمتی دھاتوں پر مشتمل دولت کو اکٹھا کیا، جس میں چاندی قابلِ ذکر ہے۔ نئی دنیا کی دریافت اور فتوحات کے بعد میسر آنے والی دولت کے بعد ہسپانوی حکمرانوں کو اس بات کی قوی امید تھی کے وہ بڑی فوج رکھ سکیں گے اور ایک بڑے علاقے پر قبضہ کرسکیں گے، لیکن ایسا نہیں ہوا، بلکہ ہسپانوی معیشت میں سونے اور چاندی کی کثرت سے اشیا مہنگی ہوگئیں اور حکومت کو ایک نئی مصیبت نے آن لیا۔ اس پر کسی سیانے نے مشورہ دیا کہ اپنی پیداوار بھی تو بڑھاؤ۔ سب کے پاس سونا اور چاندی آجانے سے لوگ امیر نہیں ہوتے، بلکہ اُس سے وہ کیا خرید سکتے ہیں، یہ طے کرتا ہے کہ کوئی کتنا طاقت ور اور امیر ہے۔ اُس سیانے نے دراصل ایک اہم معاشی اصول کی طرف توجہ دلائی، جس کے تحت تبادلے میں استعمال ہونے والی دھات یا نمائندہ زر یعنی روپیہ اصل نہیں ہے، بلکہ وہ پیداوار اصل ہے، جس کے لین دین میں سہولت کے لیے زرِ مبادلہ معرضِ وجود میں لایا گیا ہے۔

آج ملکِ عزیز کا بھی یہی حال ہے۔ یہ گزشتہ نصف صدی کا قصہ ہے کہ ہم نے ایک ایسی معیشت بنالی ہے، جو مانگے تانگے پر چلتی ہے اور کام سے دور بھاگتی ہے۔ چناں چہ ایسے روزگار جن میں نسبتاً کم کام کرنا پڑے، پاکستانیوں میں بہت مقبول ہیں۔ ان میں پراپرٹی، بینک میں منافع بخش سرمایہ کاری، گھر یا دوکان کی کرائے پر فراہمی، اُجرتی کھلاڑی یا فن کار اور جدید دور کا تحفہ غیرملکی کرنسی کی ذخیرہ اندوزی، لاٹری یا پرائز بانڈ وغیرہ شامل ہیں۔ اس عرصے میں ہماری قوم کا مزاج ہی کام چوری کا بن گیا اور معیشت میں زرِ مبادلہ تو وافر مقدار میں میسر ہوگیا، لیکن تبادلے کے لیے اشیا ناپید ہوتی چلی گئیں اور ضرورت پوری کرنے کے لیے ہمیں درآمدات کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ آج حال یہ ہے کہ ہمارے پاس ان کے لیے بھی وسائل ختم ہوتے جارہے ہیں۔

مرتا کیا نہ کرتا! حالیہ بجٹ دراصل اس مزاج کو تبدیل کرنے کی ایک کوشش ہے۔ اس پر آئی ایم ایف کی چھاپ ضرور ہے، لیکن یہ ہماری قومی ضرورت بھی ہے کہ پیداوار بڑھائیں۔ چناں چہ ان تمام شعبوں پر ٹیکس بڑھا دیا گیا ہے، جن میں نسبتاً کم کام کرنا پڑتا ہے۔ اگر حکومت اپنے اقدام میں ثابت قدم رہی اور اسے کچھ عرصے تک چلانے میں کامیاب رہی تو دو سے تین سالوں میں بہتری کے آثار نظر آسکتے ہیں، لیکن ایف بی آر اور عدلیہ کے حالات دیکھ کر لگتا ہے کہ یہ ایک مشکل ہدف ہوگا۔ اس اقدام سے مہنگائی بڑھے گی۔ زندگی مزید مشکل ہوگی اور ہمیشہ کی طرح ہمیں اپنے حکمرانوں کی بدنیتی اور غلطیوں کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

www.rahimia.org

عالمی منظر نامہ

مرزا محمد رمضان، راولپنڈی

امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کا عالمی ذمہ داریوں سے فرار

19 ر مئی 2019ء کی بی بی سی رپورٹ کے مطابق 2015ء میں ایران اور چھ عالمی طاقتوں کے مابین ایران کے جوہری پرگرام سے متعلق معاہدہ ہوا۔ معاہدے کے تحت ایران پر تیل، تجارت اور بینکاری کے شعبے میں عائد پابندیوں کو اٹھالیا گیا تھا۔ ایران نے بھی اپنے جوہری پروگرام کو محدود کرنے کا اعلان کردیا۔ ایران نے اس کے نتیجے میں افزودہ یورینیم کے ذخیرے میں کمی کرنے اور عالمی معائنہ کاروں کو اپنی تنصیبات تک رسائی دینے پر اتفاق کیا۔ جس سے ایرانی تجارت بحال ہوئی، تیل کی فروخت شروع ہوئی، بینکاری کے شعبے میں عائد اضافی سود کو کم کردیا گیا۔ ایرانی معیشت پر مثبت اثرات مرتب ہونا شروع ہوگئے۔ اس وقت کے امریکی صدر باراک اوباما نے خلیجی ممالک کو یقین دلایا کہ ایران کے ساتھ جوہری معاہدے سے خلیجی ممالک کو خطرہ نہیں ہوگا۔ اس کے بعد یہ معاہدہ کامیابی سے چلتا رہا۔ باراک اوباما کے بعد ڈونلڈ ٹرمپ کے عہدۂ صدارت پر براجمان ہوتے ہی اس نے جوہری معاہدے پر اعتراضات پر مبنی بیانات داغنا شروع کردیے۔ اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی میں جوہری معاہدے کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ ٹرمپ نے ایران کے ساتھ جوہری معاہدے کو ''شرمندگی'' قرار دیا، جس کے جواب میں ایرانی صدر نے ٹرمپ کو ''عالمی سیاست میں نیا سرکش'' سے تعبیر کیا۔

معاہدے میں شامل دیگر ممالک کے مطابق ایران جوہری معاہدے کی شرائط پر پورا اتر رہا تھا اور عالمی جوہری ادارے آئی اے ای اے (International Atomic Energy Agency) نے بھی اس کی تصدیق کی ہے۔ ٹرمپ انتظامیہ کے اہم ارکان کا بھی یہی خیال تھا، حتیٰ کہ وزیرخارجہ مائیک پومپیو اور نیشنل انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر ڈین کوٹس بھی اسی خیال کے حامی تھے۔ ڈونلڈ ٹرمپ کے مطابق جوہری معاہدے میں ایرانی میزائل پروگرام اور خطے میں اس کے کردار سے متعلق شرائط شامل نہیں تھیں، جو اسے حقیقی طور پر مکمل کرتیں، لہٰذا دھمکیوں کے بعد بالآخر ڈونلڈ ٹرمپ نے 8 ر مئی 2018ء کو جوہری معاہدے سے یک طرفہ طور پر علاحدگی کا اعلان کردیا۔ اس کے بعد دیگر فریقین کی جانب سے امریکی فیصلے کی مذمت کی گئی۔ معاہدۂ علاحدگی کے اعلان کے دو ماہ بعد امریکی صدر نے ایرانی صدر کو ملاقات کی بھی پیش کش کی اور کہا کہ یہ ملاقات وہ جب چاہیں ہوسکتی ہے۔ اور مزید کہا کہ وہ ملاقاتوں پر یقین رکھتے ہیں۔ ایران نے امریکی صدر کی ملاقات کی پیش کش مسترد کردی اور کہا کہ دھمکیاں اور پبلسٹی سٹنٹ نہیں چلیں گے۔ جوہری معاہدے میں واپسی اور ''ایرانی حقِ خودارادیت'' کو تسلیم کرنے کے بعد ہی ملاقات کی راہ ہموار ہوسکے گی۔

امریکا نے معاہدے سے علاحدگی کے بعد اگست 2018ء سے دوبارہ پابندیاں عائد کرنے کا اعلان کیا۔ ان میں ایران کے مختلف شعبوں کو نشانہ بنایا گیا۔ پابندیوں کے مطابق ایرانی حکومت امریکی ڈالر نہ خرید سکتی ہے اور نہ حاصل کرسکتی ہے۔ سونے اور قیمتی جوہرات میں تجارت پر پابندی، صنعتی پیداوار میں گریفائٹ، ایلومنیم، اسٹیل، کوئلہ اور سافٹ وئیر کا استعمال نہیں کرسکتی۔ ایرانی ریال میں لین دین کے معاملے پر پابندی، آٹو موٹو سیکٹر پر پابندیاں شامل ہیں۔ ڈونلڈ ٹرمپ نے ایران پر پابندیاں عائد کرنے کے بعد اس کے ساتھ کاروباری روابط رکھنے والے ممالک کو سخت تنبیہ بھی جاری کی اور کہا کہ ایران سے تیل خریدنے والے ممالک امریکا سے تجارت نہیں کرسکیں گے۔ ایران نے ردِعمل میں کہا کہ امریکا دنیا کو زور زبردستی کرکے تہران کو تیل کی برآمد سے نہیں روک سکتا۔ ایران نے امریکی پابندیوں کے خلاف عالمی عدالتِ انصاف کا دروازہ بھی کھٹکھٹا ڈالا، جس میں اسے کامیابی حاصل ہوئی۔ اپریل 2019ء میں امریکا نے ایران کے خصوصی دستے ''پاسدارانِ انقلاب'' کو غیرملکی دہشت گرد تنظیم قرار دے دیا۔ وائٹ ہاوس نے کہا کہ ایران کے دستے ''پاسدارانِ انقلاب'' عالمی سطح پر اس کی دہشت گردی کی مہم پھیلانے کا ایک ذریعہ ہیں۔ ٹرمپ کی طرف سے یہ ایک ایسا اعلان تھا، جس کی مثال نہیں ملتی۔

امریکی وزیرخارجہ مائیک پومپیو نے کہا ہے کہ ایران نے بین الاقوامی جوہری معاہدے سے جزوی دست برادری کا فیصلہ جان بوجھ کر مبہم رکھا ہے۔ ایران کے اقدامات جوہری بلیک میلنگ کے مترادف ہیں۔ امریکا نے ایک جنگی بحری بیڑا بھی خلیج فارس میں بھیجا ہے۔ امریکا کے قومی سلامتی کے مشیر جان بولٹن کا کہنا ہے کہ یہ قدم ایران کی جانب سے متعدد دھمکیوں اور اُکسانے والے بیانات کے جواب میں اٹھایا گیا ہے۔

ایران کے حق میں دیگر پانچ ممالک؛ برطانیہ، فرانس، روس، چین اور جرمنی موجود ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ایران نے جوہری معاہدے کی پاسداری کی ہے۔ عالمی ادارہ برائے جوہری توانائی نے بھی بارہا تصدیق کی ہے کہ ایران جوہری معاہدے کی پاسداری کررہا ہے۔ عالمی عدالتِ انصاف کا فیصلہ بھی ایران کے حق میں آیا ہے۔ ایران کا جوہری پروگرام کے معاہدے کو بڑی طاقتوں کے درمیان طے کرنا اس کے انقلابی ہونے کی دلیل ہے۔ اس سے قبل مشرقِ وسطیٰ کے وہ ممالک جنھوں نے جوہری توانائی کے حصول کا پروگرام تو بنایا تھا، لیکن سلامتی کونسل کے بعض اہم ارکان کی عدم حمایت کی بنا پر وہ اسے جاری نہ رکھ سکے۔ سامراجی طاقتوں نے بڑی حکمتِ عملی سے پہلے جوہری پروگرام کو ان ملکوں سے علاحدہ کیا۔ پھر ان حکمرانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹادیا۔ اس کے بعد ان ملکوں میں ایسی تباہی پھیلائی، جس سے نہ صرف ان ملکوں کا سماجی ڈھانچہ تباہ و برباد ہوگیا، بلکہ ان کی آنے والی نسلیں اپنی شناخت بھی کھو بیٹھیں، جیسا کہ لیبیا اور شام کا حال ہوا ہے۔ آج امریکا یہ تو کہتا ہے کہ اس نے مشرقِ وسطیٰ میں اپنا جنگی بحری بیڑا بھیج دیا ہے، لیکن یہ بیڑا جنگ کے لیے نہیں، بلکہ دیگر بادشاہوں پر محض اپنی دھاک بٹھا کر ان سے آنے جانے کے نام پر خراج وصول کرنے کا ہوگا۔ کیوں کہ ایران خطے میں جوہری طاقت ہے اور امریکا کی پالیسی یہی ہے کہ وہ جنگ ان سے کرتا ہے جو کمزور اور ناتواں ہونے کے باعث مقابلہ نہ کرسکیں۔ پھر مزید یہ کہ آج ایران اکیلا نہیں، بلکہ خطے کی طاقت ور قومیں اپنی جدید ٹیکنالوجی کے ساتھ اس کے ساتھ کھڑی ہیں۔

www.rahimia.org

خطبات و بیانات

رپورٹ: سیّد نفیس مبارک ہمدانی، لاہور

قرآن حکیم معاشرے کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے

14/ جون 2019ء کو حضرت اقدس مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے ادارہ رحیمیہ لاہور میں جمعۃ المبارک کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

’’معزز دوستو! کتابِ مقدس قرآن حکیم کی تعلیمات انسانی معاشرے کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے۔ انسان روح اور جسم دو چیزوں سے مرکب ہے۔ اس لیے اس کی روح کی تکمیل کے لیے روحانی غذا یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ اور عالَمِ ارواح کے ساتھ اس کے تعلق کا مضبوط ہونا لازمی ہے۔ اسی طرح انسان جو اپنا جسم رکھتا ہے، اس کی ضروریات کی تکمیل کے لیے جسمانی غذا اور دیگر اہم امور کو پورا کیا جانا انتہائی ناگزیر ہے۔ معتدل اور نارمل انسان وہی ہے، جو اپنی روحانی ترقی اور جسمانی کامیابی دونوں کے لیے کردار ادا کرے۔ جو انسان صرف روح کے کمالات حاصل کرنے کی کوشش کرے اور جسم کے تقاضوں کو نظرانداز کردے، وہ بھی ایک انتہا پر ہے۔ ایسے ہی وہ دوسرا انسان جو صرف جسمانی لذات اور جسمانی تقاضوں کی تکمیل میں مصروف ہے، لیکن اپنی روح کے تقاضوں کی تکمیل نہ کرے، تو وہ دوسری انتہا پر ہے۔ اس لیے مسلمان جماعت سے کہا گیا ہے کہ یہ اُمَّۃً وَسَطاً یعنی اعتدال والی اُمت ہے۔ نہ صرف روح اور نہ صرف جسم، بلکہ ان دونوں کی ضروریات کی تکمیل کے لیے اعتدال کا راستہ اختیار کرتی ہے۔

مال و دولت انسانی زندگی کی بقا کے لیے ناگزیر اور لازمی ہے۔ قرآن حکیم نے خود فرمایا ہے کہ: ’’مال کو اللہ تعالیٰ نے تمھارے گزران کا ذریعہ بنایا ہے۔‘‘ (5:4) مال کے بغیر دنیا میں انسانی جسم کی ضروریات پوری نہیں ہوسکتیں، نہ اس کرۂ ارض پر زندگی بسر ہوسکتی ہے۔ مال کا انسانی ضرورت سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ اسی لیے قرآن حکیم کی سینکڑوں آیات میں اس بات پر بہت زور دیا گیا ہے کہ مال کی پیدائش، اس کی تقسیم، تبادلہ اور اس کا صرف اور استعمال کن اصولوں اور ضابطوں پر ہونا چاہیے۔ قرآن حکیم کی معاشی تعلیمات میں ان معاملات کو بڑی اہمیت دی گئی ہے کہ مال وجود میں کیسے آئے؟ انسانوں کے درمیان اس کی تقسیم کیسے ہو؟ اس کا ایک دوسرے سے لین دین اور تبادلے کا بنیادی قانون اور ضابطہ کیا ہو؟ مال کا استعمال اور خرچ کیسے ہوگا؟ اسی لیے وہ تمام مالی معاملات جہاں انسانی حقوق کے پامال ہونے، کمزوروں کے حقوق پر ڈاکہ پڑنے، انسانی سوسائٹی کے درمیان جھگڑے اور لڑائی پیدا ہونے کے ممکنہ پہلو ہیں، ان کے متعلق قرآن حکیم نے پوری وضاحت کے ساتھ احکامات بیان کیے ہیں۔ اسی طرح وراثت کا قانون بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ دولت کی پیدائش سے متعلق بنیادی اساسی اصول واضح کیے ہیں۔ دولت کی تقسیم اور اس کے استعمالات کے جامع طریقے واضح کیے ہیں، تاکہ کسی بھی حوالے سے مسلمانوں کے اس مالی نظام میں کوئی خلل واقع نہ ہو۔ اُن کی اجتماعیت اور اُن کی سماجی زندگی مال نہ ہونے کی وجہ سے نہ ٹوٹے۔‘‘

اخراجات میں میانہ روی نصف معیشت ہے

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

’’دینِ اسلام کی معاشی تعلیمات میں مالیاتی ڈسپلن قائم کرنے کو بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ سماج دشمن عناصر جنھیں قرآن حکیم فاسق کہتا ہے، ان کی بنیادی علامات میں سے ایک اہم علامت قرآن حکیم نے یہ بتلائی ہے کہ وہ زمین میں فساد مچاتے ہیں اور انسانی سوسائٹی میں سب سے بڑا فساد ’مالیاتی فساد‘ ہوتا ہے۔ کمزوروں، یتیموں اور عام انسانوں کے مال پر ڈاکہ ڈالنے کو سب سے بڑا فساد قرار دیا گیا ہے۔ قرآن حکیم نے فسادی آدمی کی علامت بتاتے ہوئے کہا کہ: يُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ (205:2) وہ کھیتیوں کو آگ لگاتا ہے اور انسانوں کو تباہ و برباد کرتا ہے، نسلِ انسانی کی تباہی کے فیصلے کرتا ہے۔ لوگوں کو بھوکا مارتا ہے۔ ان کے حقوق توڑتا ہے اور جو وسائل دستیاب بھی ہوں، انھیں جلا کر راکھ کردیتا ہے۔ دورِ جاہلیت میں مکے کا ظالم اپنی فصلوں کو اس لیے آگ لگا دیتا تھا کہ گندم غریبوں کو کہیں سستے داموں نہ ملے، انھیں اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے پیسے نہ ملیں، جس سے وہ کھانے پینے کی چیزیں نہ لے لیں۔ پھر لوگوں کو رزق نہیں ملے گا تو وہ تباہ و برباد ہوں گے۔ اُن کی نسلیں کو تباہ ہو جائیں گی، جس سے مالیاتی ڈسپلن ٹوٹ کر رہ جاتا ہے۔

نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’الاقتصاد فی النفقة نصف المعیشة.‘‘ (کنز العمال) (اخراجات میں میانہ روی کل معیشت کا آدھا حصہ ہے۔) معیشت کا ایک حصہ آمدن کا حصول ہوتا ہے، جس میں پوری سرگرمی اور محنت کرنے سے یہ حصہ حاصل ہوتا ہے۔ باقی نصف معیشت اخراجات میں میانہ روی اختیار کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ گویا کہ قرآنی تعلیمات اور نبی اکرمؐ نے معاشیات کے دو بنیادی اصولوں کی وضاحت کردی کہ علمِ معیشت کے تحت کسی ملک کے معاشی اور مالیاتی نظم و نسق کے دو دائرے ہیں: ایک یہ کہ دولت پیدا کیسے کرنی ہے اور دوسرے یہ کہ خرچ کیسے کرنی ہے؟ کیا معیشت چوری، ڈاکے، کرپشن، لوٹ مار اور دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے سے پیدا کرنی ہے؟ نسلِ انسانی کو تباہ کرکے ظلم اور زیادتی کے ساتھ یہ دولت کی پیدائش کا عمل ہوگا؟ یا پھر انسانی حقوق کو پورا کرنے، مزدوروں کی اُجرت پوری طرح ادا کرنے، انسانی حقوق کو ذمہ داریوں کے ساتھ سرانجام دینے، کاشت کاروں، کسانوں اور دیگر کام کرنے والے لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے تناظر میں دولت پیدا کی جاتی ہے۔

اسلام نے انسانی حقوق کی ادائیگی کے ساتھ دولت کی پیدائش کو معیشت کا آدھا حصہ قرار دیا ہے اور اس دولت کے اخراجات کے درست میزانیے اور درست نظم و نسق قائم کرنے کو معیشت کا آدھا حصہ قرار دیا ہے۔ اسی لیے انسانی معاشروں میں مالیاتی نظم و ضبط کو قائم کرنے کے حوالے سے سب سے زیادہ اہمیت ایسے حکومتی نظام کی رہی ہے، جو ملکی اخراجات کو کنٹرول کرے۔ انسانی معاشروں کے لیے آمدن اور اخراجات کے مالیاتی فیصلے کرنا جدید اصطلاح میں ’’بجٹ بنانا‘‘ کہلاتا ہے۔‘‘

www.rahimia.org

قیامِ پاکستان سے لے کر اب تک خسارے کے بجٹ

حضرت آزادرائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

’’قرآن حکیم کی معاشی تعلیمات کے تحت تاریخ اسلام میں جو معاشی نظم و نسق بنائے گئے، وہ انسانی فلاح و بہبود کے امور پر مشتمل تھے۔ نبی اکرمؐ کا مدنی دور، خلفائے راشدینؓ، خلافتِ بنواُمیہ، خلافتِ بنوعباس اور خلافتِ بنوعثمان کے ادوار میں انسانی معاشروں کے لیے جو مالیاتی نظم و ضبط قائم کیا گیا، اُس کے نتیجے میں ہم دیکھتے ہیں کہ 610ء سے لے کر 1757ء تک یہ خطہ برعظیم پاک و ہند اور 1924ء تک خلافتِ عثمانیہ کے زیر اثر دیگر علاقے معاشی طور پر انتہائی مستحکم رہے۔ چناں چہ اقوامِ متحدہ کی تحقیق کے مطابق بھی سترہویں صدی عیسوی میں ہندوستان دنیا کی نمبر ایک معیشت تھا۔ دنیا کی کل دولت کا پچیس فی صد برعظیم پاک و ہند میں پیدا ہوتا تھا۔

جب سے انسان دشمن عناصر، سامراجی نظام کے رکھوالے یورپین بھیڑیے ایشیا اور افریقا پر قابض ہوئے ہیں، اس وقت سے 1947ء تک اُن کی دوسوسالہ غلط مالیاتی پالیسیوں کی وَجہ سے یہ خطہ کروڑوں کا مقروض ہوگیا۔ اس میں دنیا کی کل دولت کی دو فی صد سے زیادہ پیداواری صلاحیت نہیں رہی۔ یعنی دوسوسالہ دورِ غلامی میں انگریز سامراج نے یہاں پر ایسا مالیاتی نظام قائم کیا، جو سرمائے کی ہوس کو پورا کرنے، لوٹ کھسوٹ اور سرمایہ دارانہ مفادات کی رکھوالی کے لیے ملکی تباہی اور بربادی کے فیصلے کرتا رہا۔

1947ء سے لے کر اب تک پاکستان کی تاریخ دیکھی جائے تو 28/فروری 1948ء کو 33 رُکنی قومی اسمبلی میں پاکستان کا پہلا بجٹ پیش کیا گیا۔ یہ قریباً 89 کروڑ روپے کے اخراجات پر مبنی بجٹ تھا، جب کہ رقوم کی دستیابی 79 کروڑ ظاہر کی گئی تھی۔ اس طرح تقریباً دس کروڑ پچپن لاکھ خسارہ ظاہر کیا گیا۔ ان 89 کروڑ میں سے 37 کروڑ دفاع کے لیے، 37 کروڑ ریلوے، تار اور مواصلات اور صرف 15 کروڑ روپے ملک کی انتظامیہ کی تنخواہیں اور باقی ترقیاتی اقدامات کے لیے مقرر کیے گئے تھے۔ یہ بجٹ پیش کرنے والے ملک کے پہلے وزیرِ خزانہ ملک غلام محمد تھے، جو برطانوی مالیاتی نظام کی وزارتِ خزانہ اور آئی ایم ایف میں افسر رہے۔

جون کا مہینہ پاکستانی قوم کے لیے مالیاتی بجٹ منظور کرنے کا مہینہ ہوتا ہے۔ یکم/ جولائی سے نیا مالیاتی سال شروع ہوتا ہے۔ 11/ جون 2019ء کو اگلے مالیاتی سال کے لیے ملک کے موجودہ مشیر خزانہ کا بنایا ہوا تین ہزار پانچ سو ساٹھ ارب خسارے کا بجٹ پیش کیا گیا ہے۔ ذرا ملک کے پہلے مالیاتی بجٹ سے لے کر اب تک کے تمام بجٹوں کا جائزہ لیجیے! آپ کو معلوم ہوگا کہ پہلا بجٹ دس کروڑ کے خسارے سے شروع ہوا اور آج بجٹ خسارے کا حجم بڑھتے بڑھتے چار کھرب کے قریب پہنچ گیا۔ کیا اس کو مالیاتی ترقی کا بجٹ کہا جائے گا؟ مالیاتی نظم و نسق کی درستگی کی علامت کہا جائے گا؟ یا ملک اور قوم کی لوٹ کھسوٹ اور ظالمانہ ٹیکسز کی بنیاد پر سوسائٹی کو یرغمال بنانے کا بجٹ کہا جائے گا؟ بجٹ کا یہ خسارہ اسی برطانوی نوآبادیاتی نظام کا تسلسل ہے، جس کے ذریعے لوٹ کھسوٹ، کرپشن، منی لانڈرنگ کرکے برعظیم پاک و ہند کو قحط زدہ بنایا گیا تھا۔‘‘

مالیاتی اور معاشی قتل سب سے بڑا ظلم ہے

حضرت آزادرائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

ارشادِ ربانی ہے: ’’اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ۔‘‘ (29:4) کرپشن، ظالمانہ ٹیکسوں اور لوٹ مار کے ذریعے سے قومی خزانے کو تباہ و برباد نہ کرو۔ ملکی مالیاتی نظم و نسق قائم کرنا ہے تو اس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ’’تجارت آپس کی خوشی سے ہو۔‘‘ (29:4) یعنی ملک کا جتنا بھی تبادلہ اشیا کا عمل ہے، آمدن اور خرچ کے درمیان جو بیلنس شیٹ بنانی ہے، وہ باہمی رضامندی اور انسانی حقوق کے پورا کرنے کے ساتھ ہو۔ قرآن حکیم نے مزید کہا کہ: ’’نہ خون کرو آپس میں۔‘‘ (29:4) معاشی قتل سے بڑھ کر کوئی ظلم نہیں ہوتا۔ انسان کا رزق چھین لیا جائے، اُس کے گاڑھے پسینے کی کمائی لوٹ لی جائے، اس سے بڑا قتل کیا ہوسکتا ہے! جان سے مار دینا تو آسان ہے، اس سے دنیا کے عذاب سے تو نجات مل جاتی ہے، لیکن زندہ بھی رکھا جائے اور کھانے بھی کچھ نہ دیا جائے، فاقوں پر مجبور کردیا جائے، اس سے بڑا انسانیت کے خلاف ظلم اَور کوئی نہیں ہوسکتا۔ قرآنی ہدایات پر عمل کیا جائے تو مالیاتی نظم و نسق درست طور پر قائم ہوتا ہے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو قرآن نے وارننگ دی ہے کہ جس نے بھی انسانوں پر زیادتی کرتے ہوئے یہ حرکات کیں، طاقت کے بل بوتے پر لوگوں کے مالوں اور اُن کے خون پسینے کی کمائی پر ڈاکہ ڈالا، جنھوں نے انسانیت کی تباہی اور بربادی کا کام کیا، ہم انھیں جہنم کی آگ میں ڈال دیں گے۔ (30:4) یقیناً اس سے دنیا بھی جہنم بنتی ہے اور آخرت بھی۔ قرآن حکیم بار بار مالیاتی نظم و ضبط قائم کرنے اور مالیاتی معاملات کو عدل و انصاف کے ساتھ قائم کرنے کے لیے غور و فکر اور عقل و شعور کی دعوت دیتا ہے۔ یہ کیسے قرآنی لوگ ہیں کہ ماہِ رمضان میں قرآن کی تلاوت سنتے ہیں، لیکن قرآن کے اہم ترین پیغام کو اپنی سوسائٹی کے تناظر میں دیکھنے کے لیے قطعاً تیار نہیں؟!!

پھر عجیب معاملہ ہے کہ اصل خرابی اُس مالیاتی سسٹم میں ہے، جو ڈھائی تین سو سال سے ایسٹ انڈیا کمپنی کے زمانے سے چلا آرہا ہے اور بُرا کہا جاتا ہے حکمران افراد کو کہ وہ ایسا تھا، ویسا تھا، وہ ظالم تھا، وہ کرپٹ تھا وغیرہ وغیرہ، حال آں کہ جرم سسٹم کی خرابی کا ہے اور قوم کو محض افراد کے پیچھے لگا دیا جاتا ہے، جن کا خود ملک پر کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ یہ حکمران تو اُن کے تابع ہوتے ہیں، جن کی یہ کٹھ پتلیاں ہیں، جس سسٹم نے انھیں فٹ کیا ہے۔ جو سسٹم ان مقتدر افراد کو آگے لے کر آتا ہے، بات تو اُس کی ہے۔ ایسے ظالمانہ سسٹم کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جاتی اور شخصیات کے پیچھے لگا دیا جاتا ہے۔ فرد بدل جاتا ہے تو نئے چہرے سے امیدیں لگا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ بھئی! اگر فرد اتنا ہی اہم ہے، تو پھر اس کے چلے جانے کے بعد بجٹ خسارہ ٹھیک ہونا چاہیے تھا، جب کہ ایسا نہیں ہوتا۔ اس لیے آج سسٹم کی خرابی سے واقف ہونے اور اس کو بدلنے کی ضرورت ہے، ورنہ دین و دنیا کا خسارہ در خسارہ چلتا رہے گا۔‘‘

وفیات

حضرت مولانا مفتی افتخار الحسن کاندھلویؒ کا سانحۂ ارتحال

مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری، لاہور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے خلیفہ مجاز اور ہندستان کے ممتاز عالمِ دین حضرت مولانا مفتی افتخار الحسن کاندھلویؒ ۲۷/ رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ/ 2/ جون 2019ء بروز اتوار کو پونے چھ بجے شام قصبہ کاندھلہ میں سو سال کی عمر میں انتقال فرما گئے۔ إنّا للّٰہ و إنّا إلیہ راجعون۔ رائے پوری سلسلے کے احباب کے لیے یہ ایک بڑا صدمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولاناؒ کی مغفرت فرمائے اور اُن کے درجات بلند فرمائے۔

حضرت مولانا کاندھلویؒ کی پیدائش ۱۰/ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۰ھ/ 10/ جنوری 1922ء کو حضرت مولانا رؤف الحسن کاندھلویؒ کے گھر کاندھلہ ضلع مظفر نگر (یو۔ پی، انڈیا) میں ہوئی۔ آپؒ کاندھلہ کے مشہور علمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ شارحِ ''مثنوی'' حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ (تلمیذ حضرت الامام شاہ عبدالعزیز دہلویؒ) چار واسطوں سے آپؒ کے جدِ امجد تھے۔ حضرت مولانا محمد الیاس دہلویؒ بانی تبلیغی جماعت آپؒ کے پھوپھی زاد بھائی اور بڑے بہنوئی تھے۔ نیز آپؒ کی ایک ہمشیرہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی اہلیہ محترمہ تھیں۔ آپؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے خاندان کے بزرگوں سے حاصل کی اور پھر مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور میں داخل ہو کر شعبان ۱۳۶۲ھ/ 1943ء میں درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ آپؒ تعلیم سے فراغت کے بعد حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے بیعت ہوئے اور خوب ہمت سے سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے اذکار و اشغال میں مشغول رہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت اقدس رائے پوری ثانیؒ انھیں ''صوفی جی'' کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ چناں چہ سلوک کی تعلیم مکمل کر کے 1947ء میں حضرت اقدس رائے پوری ثانیؒ کی اجازت سے مشرف ہوئے۔

مولانا کاندھلویؒ نے تقریباً 52 سال تک جامع مسجد کاندھلہ اور پھر اپنے ''محلّہ مولویان'' کی مسجد میں فجر کی نماز کے بعد قرآن حکیم کی تفسیر بیان کرنے کا اہتمام کیے رکھا۔ آپؒ کے کچھ تفسیری افادات طبع بھی ہوئے تھے۔ آپؒ مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور اور دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی مجلسِ شوریٰ کے تاحیات رُکن رہے۔

مولانا کاندھلویؒ کو مشائخ رائے پور کے ساتھ بڑا گہرا تعلق تھا۔ مشرقی پنجاب (انڈیا) سے مسلمانوں کے پاکستان آنے کے بعد حضرت اقدس رائے پوری ثانیؒ کو وہاں کی مساجد اور مدارس کی ویرانی کا بڑا فکر رہتا تھا۔ اس لیے حضرت رائے پوری ثانیؒ اپنے متعلقین کو ان مساجد و مدارس کو آباد کرنے اور مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کی طرف توجہ دلاتے رہتے تھے۔ حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلویؒ نے حضرتؒ کے اس فرمان کے پیشِ نظر مشرقی پنجاب میں کئی مساجد آباد کرائیں، مدارس قائم کیے، وہاں مسلمانوں کی آبادی کی فکر کی۔ اس سلسلے میں آپؒ کے دعوتی اور تبلیغی اسفار پنجاب سمیت پورے ہندوستان میں جاری رہتے تھے، جس سے مسلمانوں کو بہت فیض پہنچا۔

حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے وصال کے بعد اُن کے جانشین حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ سے بھی مولانا کاندھلویؒ نے اپنے شیخ کے جانشین کی حیثیت سے بہت محبت کا تعلق رکھا۔ حضرتؒ کے قیامِ رائے پور کے زمانے میں آپؒ بھی وہاں قیام فرما ہوتے تھے۔ اسی طرح اُن کے بعد اُن کے جانشین حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ سے بھی آپؒ کا ہمیشہ برادرانہ محبت بھرا تعلق قائم رہا۔ حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ جب بھی پاکستان سے رائے پور (انڈیا) تشریف لے جاتے تو حضرت مولانا کاندھلویؒ حضرت رائے پوریؒ کو خط لکھ کر دِلی سے رائے پور جاتے ہوئے کاندھلہ میں قیام کی دعوت ضرور دیتے۔ حضرت رائے پوری رابعؒ بھی ہر دفعہ بڑی خوش دلی سے اُن کی دعوت قبول کرتے اور رائے پور آتے اور واپس جاتے ہوئے کاندھلہ میں حضرت مولاناؒ کے ہاں ضرور قیام فرماتے۔ اس موقع پر مولاناؒ حضرت اقدس رائے پوریؒ کا بڑا اعزاز و اکرام کرتے۔ حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ کا جب تک خانقاہِ رائے پور میں قیام ہوتا تو حضرت مولانا کاندھلویؒ اپنے متعلقین اور مریدین سے ارشاد فرماتے کہ: ''خانقاہِ رائے پور کے جانشین تشریف لائے ہوئے ہیں، میرے تمام متعلقین وہاں حضرت رائے پوری سے ملاقات اور زیارت کے لیے تشریف لے جائیں۔''

2009ء میں حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ کے آخری سفرِ ہندوستان میں حضرت مولانا کاندھلویؒ کے کئی پیغامات رائے پور میں آئے کہ: ''حضرت رائے پوری کا جب بھی مظفر نگر تشریف لانا ہو تو مطلع کیا جائے۔ اس لیے کہ وہ حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ کی موجودگی میں متعلقین کے اجتماع میں سلسلے کے فروغ کے لیے اپنے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی کو اپنا جانشین بنانے کا اعلان کرنا چاہتے ہیں۔'' چناں چہ اس سفر کے دوران حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ نے مظفر نگر میں اپنے عزیز راؤ عبدالوارث MLA یوپی اسمبلی کے مکان پر قیام کیا۔ حضرت رائے پوریؒ کی مظفر نگر آمد پر حضرت مولانا کاندھلویؒ آپ سے ملاقات کے لیے حضرت رائے پوریؒ کی قیام گاہ پر تشریف لائے اور کھانا ہمراہ تناول فرمایا۔ مولانا کاندھلویؒ اپنے منتسبین اور متعلقین کے ہمراہ ''جانسٹھ ہاؤس، مظفر نگر'' میں ہر مہینے فجر کی نماز کے بعد مجلسِ ذکر منعقد کرتے تھے۔ اس موقع پر حضرت کاندھلویؒ نے حضرت رائے پوریؒ کی مظفر نگر آمد پر خصوصی اجتماع کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ انھوں نے حضرت رائے پوریؒ کو اس اجتماع میں شرکت کی دعوت دی۔ چناں چہ اگلے روز حضرت رائے پوریؒ اپنے رُفقا کے ہمراہ اس اجتماع میں ''جانسٹھ ہاؤس'' تشریف لے گئے۔ مجلسِ ذکر کے بعد دونوں بزرگوں نے راقم سطور کو بیان کرنے کا حکم دیا، جس پر احقر نے ''ذکر اللہ کی اہمیت اور مشائخ رائے پور کے طریقۂ تربیت'' کے موضوع پر تقریباً ایک گھنٹہ بیان کیا۔

اس کے بعد حضرت مولانا کاندھلویؒ نے اپنے بیان میں احقر کی گفتگو کی تائید اور تصدیق فرمائی اور بڑی حوصلہ افزائی کی۔ اپنے اس بیان میں انھوں نے مشائخ رائے پور کا تعارف کراتے ہوئے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ اور حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوری قدس سرہما کا صحیح جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ کو قرار

www.rahimia.org

دیا۔ نیز اپنے احباب کو ہدایت کی کہ: ’’جب تک حضرت شاہ سعید احمد رائے پوری خانقاہِ رائے پور میں قیام پذیر ہیں، ان کی خدمت میں حاضر ہوں، اُن سے تعلق رکھیں اور حضرت سے بیعت ہوں اور توبہ کے کلمات کہیں۔‘‘ نیز اس مجلس میں انھوں نے اپنے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی کو اپنا جانشین بنانے کا اعلان کیا۔ پھر حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ سے دعا کی درخواست کی۔ حضرت اقدس رائے پوریؒ نے سلسلۂ رائے پور کے زیادہ سے زیادہ فروغ اور تمام احباب کی دُنیوی اور اُخروی ترقی کے لیے دعا فرمائی اور حضرت مولانا راشد کاندھلوی کو سلسلے کے فروغ کے لیے استقامت کے ساتھ اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی دعا کی اور انھیں مبارک باد دی۔

حضرت مولانا افتخارالحسن کاندھلویؒ راقم سطور کے ساتھ بھی بڑا ہی مشفقانہ برتاؤ فرماتے تھے۔ راقم نے ’’سوانح حیات حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ‘‘ لکھی تو انھوں نے اس کتاب کو اپنی خانقاہ میں پڑھنے کا معمول جاری فرمایا۔ پھر اُس پر بہترین تقریظ لکھ کر اپنے داماد حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی (صاحبزادہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ) سے کہہ کر اسے ’’کتب خانہ یحیوی سہارن پور‘‘ سے نہایت اہتمام کے ساتھ طبع کرایا۔ اسی طرح جب بھی حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ کے ہمراہ کاندھلہ میں اُن کی ہاں حاضری ہوئی تو انھوں نے راقم سطور کو حکم دے کر اپنے ہاں موجود اجتماع کے سامنے راقم کا بیان کرایا۔ اس طرح چھوٹوں کی حوصلہ افزائی کی۔ چناں چہ اپنے دونوں بزرگوں کے سامنے ولی اللّٰہی رائے پوری سلسلے کے بزرگوں کی تعلیمات بیان کرنے کا موقع ملتا رہا۔ حقیقت یہ ہے کہ انھیں مشائخ رائے پور کے ساتھ بڑی محبت اور تعلق آخر تک رہا۔ اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں کو معاف کرے اور اپنے بزرگوں کی معیت میں جنت کے بلند درجات عنایت فرمائے۔ آمین!

آپؒ کے بڑے صاحبزادے اور جانشین حضرت مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی ایک صاحبِ نسبت محقق عالم دین ہیں۔ ان کے پاس ولی اللّٰہی سلسلے کے تمام بزرگوں کی قلمی تحریرات، مخطوطات اور قدیم کتابوں کا ایک بڑا ذخیرہ ہے۔ راقم سطور 1987ء میں حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ کی معیت میں رائے پور حاضر ہوا تھا۔ اس موقع پر اس کتب خانے سے استفادے کے لیے کاندھلہ جانا ہوا اور مولانا راشد کاندھلوی کے ہاں کئی روز قیام کر کے اپنے تخصّص فی الفقہ کے تحقیقی مقالے کے لیے اس ذخیرۂ کتب سے بہت فائدہ اٹھایا۔ اس کے بعد سے حضرت مولانا راشد کاندھلوی سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری ہے۔ رائے پوری سلسلے کے تعلق کی وَجہ سے مولانا راشد جب دسمبر 2010ء میں پاکستان آئے تو ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور میں بھی اُن کی تشریف آوری ہوئی تھی۔ اُن کے اعزاز میں ادارہ میں ایک تقریب منعقد کی گئی تھی، جس میں انھوں نے ولی اللّٰہی علوم کی عصری اہمیت پر ایک بہت عمدہ بیان فرمایا تھا۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی کو اپنے والدِ گرامیؒ کا سچا جانشین بنائے اور انھیں اور ان کے دیگر عزیز و اقارب کو حضرت مولاناؒ کی جدائی کا صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

بقیہ افکار امام ولی اللہ

حکومتی اتھارٹی کے حفاظتی اقدامات

’’پھر اُسے چاہیے کہ لوگوں میں پیدا ہونے والے اپنے حکومتی مقام اور مرتبے کی حفاظت کرے۔ اس کے حکومتی اقدامات سے کوئی آدمی اختلاف نہ رکھے۔ اس سلسلے میں اگر کسی سے کوئی کمی کوتاہی ہو جائے تو اُسے مہربانی اور لطف و احسان سے دور کرے۔ وہ یہ بات واضح کر دے کہ جو حکومتی اقدام اُس نے کیا ہے، مصلحت اسی میں ہے۔ یہ اقدام لوگوں کے فائدے کے لیے ہے، نہ کہ اُن پر زیادتی کرنے کے لیے ہے۔

اسی کے ساتھ سربراہِ مملکت کو چاہیے کہ:

(الف) وہ اپنے حکومتی احکامات کی پابندی لازمی طور پر کرائے۔ جو لوگ اُس کے احکامات کی خلاف ورزی کریں، انھیں سزا دے۔ چناں چہ:

(1) جب بھی اپنے ماتحت کسی آدمی کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ اُس نے جنگ میں ملک اور قوم کے لیے بہتر خدمات سرانجام دی ہیں، یا ٹیکس اکٹھا کرنے میں اچھا کام کیا ہے، یا ملکی نظم و نسق چلانے میں اچھی انتظامی مہارت کا مظاہرہ کیا ہے، تو اُس کی تنخواہ ڈبل کر دے اور اُس کی قدر و منزلت کو بلند کر دے اور اُس سے خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آئے۔

(2) اور جب بھی کسی ماتحت فرد کے بارے میں اُسے معلوم ہو کہ اُس نے ملکی خزانے میں بد دیانتی اور خیانت کی ہے، یا دشمن سے لڑائی کے موقع سے پیچھے رہ گیا اور جنگی میدان سے کھسک گیا ہے تو اُس کی تنخواہ میں کمی کر دے اور اُس کی قدر و منزلت گھٹا دے اور اُس سے بے رُخی اور تُرش رُوئی اختیار کرے۔

(ب) سربراہِ مملکت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ عوام کے لیے سب سے زیادہ آسانی پیدا کرنے والا ہو۔ اُسے چاہیے کہ وہ لوگوں پر مصیبت اور تنگی مسلط نہ ہونے دے، مثلاً ویران اور بنجر زمین کو آباد کرائے، دور دراز کے علاقوں کی حفاظت کا اچھا نظم و نسق قائم کرنے کے لیے عمدہ انتظامات کرے۔

(ج) سربراہِ مملکت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ کسی مجرم پر اُسی وقت گرفت کرے، جب جمہور اہلِ حل و عقد اسے صحیح قرار دیں اور وہ یہ سمجھیں کہ وہ آدمی اسی سزا کا مستحق ہے اور ملک کا عمومی مفاد اور مصلحت اس کو گرفتار کر کے جیل میں ڈالنے میں ہے۔

(د) سربراہِ مملکت کے لیے ایسی دور اندیشی اور فراست بھی ضروری ہے کہ جس سے وہ لوگوں کے دلوں میں چھپی ہوئی بے چینی اور اُن کے مسائل کو قبل از وقت سمجھ لے۔

(ہ) وہ ذہن کی ایسی تیزی اور ذہانت رکھتا ہو کہ محض گمان میں آنے والی چیزوں کو بھی دیکھی ہوئی اور سنی ہوئی چیز کے طور پر سمجھ جائے۔

(و) اس پر لازم ہے کہ آج کے کام کو کل پر مت ڈالے۔

(ز) اس پر لازم ہے کہ کسی کے دل میں چھپی ہوئی عداوت اور دشمنی معلوم ہونے پر پرورش پانے والے دشمن نظام کو توڑ کر رکھ دے۔ و اللہ أعلم‘‘

(باب سیرۃ الملوک، مبحث الارتفاقات)

www.rahimia.org

Monthly RAHIMIA Lahore CPL No. 59

منظوم کلام — ڈاکٹر محمد آصف نوید، لاہور

ظلم کے لیے قیامت

ہم سنیں حالِ دل ہم وطن سے کبھی ، اتنی فرصت تو ہو
کیا خبر کب سنواریں گے قسمت سبھی ، اتنی ہمت تو ہو

آج مزدور کے ہاتھ چھالے ہوئے ، پھر بھی فاقوں میں ہے
پیٹ بھر کے یہ سو جائے ، چھالوں کی اتنی سی قیمت تو ہو

اے امیرِ وقت! تیرا انصاف کس کے لیے ہے یہاں؟
داد پائے جو مظلوم ، انصاف کی اتنی قامت تو ہو

سارا سرمایہ ، دولت ہیں زردار کی ہی تجوری تلک
بھوک سے نہ مرے کوئی انسان ، اتنی ہی عزت تو ہو

ہے طبیبی بھی زردار کے زر کا آنچل لپیٹے ہوئے
کیا برا ہے اگر مرض سے دشمنی بھی عبادت تو ہو

منبروں سے وعیدیں ہیں ان کے لیے جو کہ کمزور ہیں
واعظوں کی زبانوں سے ، ظالم پہ بھی طاری ہیبت تو ہو

میرے دانشورو! اب تو مظلوم کے حق میں لکھو ذرا
یہ جو مظلومیت میں ہیں ڈوبے ہوئے ، ان میں جرأت تو ہو

یہ جو تعلیم ہے صرف نمبر کی حد تک ہی محدود ہے
میرے معصوم بچوں کے ذہنوں میں تھوڑی لیاقت تو ہو

یہ درس گاہیں بھی مثلِ بازار ہیں ، بِک رہی ہیں یہاں
علم میراث ہے ، اس کو حاصل کریں ، کچھ فضیلت تو ہو

اے میرے ہم وطن ، چھین لے اپنا حق ، ہے یہی راستہ
ظلم رہ نہ سکے اس جہاں میں کبھی ، یہ قیامت تو ہو

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!

ازحضرت مفتی عبدالقدیر شعبۂ دارالافتا ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

سوال نماز میں سجدۂ سہو کب واجب ہوتا ہے؟ نیز سجدۂ سہو کا طریقہ کیا ہے؟

جواب نماز میں کسی واجب کے چھوٹ جانے یا کسی واجب یا کسی فرض میں تاخیر ہوجانے سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے۔ سجدۂ سہو کا طریقہ یہ ہے کہ آخر قعدہ میں تشہد پڑھنے کے بعد ایک طرف سلام پھیر کر دو سجدے کرے، جیسے نماز میں کیے جاتے ہیں۔ اور پھر بیٹھ کر دوبارہ التحیات اور درود شریف و دعائیہ پڑھ کر سلام پھیر دے۔

سوال صحابیؓ سے گناہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟

جواب صحابیؓ سے گناہ ہوجائے تو سچے دل سے توبہ کرلیتا ہے۔ گناہ پر قائم نہیں رہتا۔ اسی لیے ہمارا عقیدہ ہے کہ صحابہ کرامؓ سب عادل، معیارِ حق اور گناہوں سے محفوظ ہیں۔

سوال محمد صدیق کشمیری محراب پور سندھ کی اولاد میں دو بیٹے محمد اسلم، محمد صالح اور ایک بیٹی اللہ رکھی تھی۔ محمد صدیق کی ملکیت میں صرف ایک پلاٹ تھا۔ اس کے دونوں بیٹوں محمد اسلم اور محمد صالح نے اپنی ذاتی کمائی سے اس پر گھر بنا لیا۔ علاوہ ازیں زرعی زمین اور پراپرٹی خریدی۔ اس شخص کی زندگی میں ایک بیٹے محمد اسلم کا انتقال ہوگیا۔ پھر خود محمد صدیق کا، پھر اس کے دوسرے بیٹے محمد صالح کا انتقال ہوگیا۔ اب اس کی ایک بیٹی زندہ ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ

۱۔ جو گھر پلاٹ پر تعمیر کیا گیا، وہ کس کا شمار ہوگا؟

۲۔ محمد صدیق کی ملکیت کے ساتھ دونوں بھائیوں کی ملکیت سے جو اس کے بیٹوں نے اس کی زندگی میں پراپرٹی اور جائیداد وغیرہ بنائی، حصہ دار کون ہوگا؟ بیٹی یا بھائیوں کی اولاد؟

جواب محمد صدیق کے ملکیتی پلاٹ پر جو بیٹوں نے مکان تعمیر کیا، وہ چوں کہ والد کی ملکیت پر اس کی رضامندی سے تعمیر کیا، وہ والد کی ملکیت بن گیا۔ لہٰذا اس میں سب ورثا جو والد کی وفات کے وقت زندہ تھے، وہ حصہ دار ہوں گے۔ اور جو پراپرٹی یا زرعی زمین محمد اسلم اور محمد صالح نے علاحدہ بنائی اس میں ان کی بہن وارثہ (حصہ دار) نہ ہوگی، بلکہ ان کی اولاد حق دار ہوگی۔

سوال امام جو قومہ سے بغیر تکبیر کہے سجدہ میں جائے اور نیچے جاکر تکبیر سجدہ کہے اور سجدہ سے جلسہ میں سیدھا بیٹھ کر تکبیر کہے تو کیا اس طرح نماز ہوجاتی ہے یا لوٹانا پڑے گی؟

جواب رکوع کی تکبیر جھکنے کے ساتھ سجدہ اور جلسہ کی تکبیریں سجدہ سے اٹھنے اور سجدہ میں جانے کے ساتھ ہی کہے۔ لہٰذا بیٹھ کر یا نیچے جاکر تکبیر کہنا خلاف سنت ہے۔ اور مکروہ ہے گو نماز واجب الاعادہ (لوٹانا واجب) تو نہیں مگر خلافِ سنت پر اصرار گناہ ہے۔

مدیراعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع وناشر نے اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہ نامہ "رحیمیہ" رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ لاہور سے جاری کیا۔